AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نسیم حجازی کا ناول معظم علی ــــــــــ ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر طارق بن عمر

انچارج چیرمین، شعبہ اردو، شاہ عبد اللطیف یونیورسٹی خیر پور

Abstract: *Naseem Hijazi's Novel "Moazzam Ali" is a story that marks a historical moment where no action or thought is acceptable beyond human freedan in Moazzam Ali; Naseem Hijazi Completely Captivates the reader. Through this novel, Hijazi Presents the intellectual midset prevalent in India, Which through the character of Moazzam Ali, nol only teaches us tolerance and palience but also narrates the lake of bravery intelligence, and the Struggle of thought and action - a struggle that remains.*

Keywords: Freedan, Hindustan, Thought, Bravery, Struggle

تلخیص :۔

نسیم حجازی کا ناول "معظم علی" ایک ایسی داستان ہے کہ جس نے ایسی تاریخ رقم کی جہاں پر انسان کی آزادی سے بڑھ کر اُس کا کوئی عمل کوئی سوچ قابل قبول نہیں۔ نسیم حجازی نے ناول "معظم علی" میں قاری کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں رکھا۔ اِس ناول میں نسیم حجازی نے ہندوستان میں موجود اُس فکری سوچ کو پیش کیا جس نے معظم علی کی شکل میں ہمیں برداشت اور صبر کی نہ صرف تلقین کی بلکہ بہادری، ذہانت اور فکر و عمل کی اُس جدوجہد کی داستان رقم کی جس کی ضرورت ہمیں آج بھی ہے۔

کلیدی الفاظ: آزادی، ہندوستان، فکر، بہادری، جدوجہد

ناول "معظم علی" ایک ایسی داستانِ حیات ہے جس نے خود کو وقت کے دھارے میں ثابت کیا کہ انسان کی آزادی پر کوئی سمجھوتا ممکن ہے ہی نہیں۔ نسیم حجازی کا یہ ناول جو اکیس ابواب پر مشتمل ہے تاریخی واقعات کا ایک تسلسل ہے۔ اِس ناول کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ معظم علی خود کردار کی شکل میں موجود ہے۔

یہ کہانی ایک قید خانے سے شروع ہوتی ہے، جہاں معظم علی قید میں رہ کر اپنے ماضی میں کھویا ہوا، اپنے اچھے دنوں کو یاد کر رہا ہے انسانی زندگی پر بچپن کے واقعات ہمیشہ اثر انداز رہتے ہیں۔ معظم علی کی تربیت نے اُسے آنے والے وقتوں کے لیے تیار کیا۔ ایک مضبوط اور منظم کردار کا حامل شخصیت - محبت ایک فِطری عمل ہے۔ یہ ایک ایسا عنصر ہے، جو ہر معرکہ سر کرنے کو انسان تیار ہو جاتا ہے۔ یہ ناول اِسی جذبے کو لے کر آگے بڑھتا ہے۔ بعض اوقات انسان تنہائی میں ایک ایسا انسان تلاش کرتا ہے، جو اُس کے لیے سکون واطمینان کا باعث ہو۔ معظم علی نے بھی اپنی بچپن کی محبت کو قید تنہائی میں اپنا ساتھی بنالیا تھا۔

> "وہ تصور میں اپنے ماحول کی بھیانک تاریکیوں سے نکل کر اس مکان کی چار دیواری میں جا پہنچا، جو اُس کی موہوم اُمیدوں کی آخری جائے پناہ تھا۔ وہ اُن کمروں کا طواف کرتا جہاں کبھی مُسرت کے قہقہے گونجتے تھے۔ اچانک فرحت مکان کے کسی گوشے میں نمودار ہوئی اور وہ کہتا، فرحت فرحت !میں آگیا ہوں، میں زندہ ہوں، میں تمہارے لیے زندہ رہنا چاہتا ہوں قید خانے کی تنہائیوں میں تم ہر وقت میرے ساتھ تھیں"(1)

اِس ناول میں نسیم حجازی نے پلاٹ کو مضبوط رکھا، اور اِس کے ساتھ ساتھ کِرداروں کی مدد سے کہانی کو آگے بھی بڑھاتے رہے، آپ نے جہاں اپنے ناولوں میں سرفروش کردار پیش کیئے، وہیں وطن فروش بھی نمایاں کیئے۔ اِس ناول کا سب سے اہم کِردار معظم علی ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جو ٹوٹ پھوٹ کا مکمل طور پر شکار ہو چکا ہو، ایک حساس دل رکھنے والے انسان پر بہت سے اثرات مرتب کرتا جاتا ہے۔ نشیب و فراز کے عمل نے مکمل طور پر مغلیہ سلطنت کو اپنے آخری دن گننے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب اخلاقی

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معیارات بدل جائیں، تو معاشرہ غداروں کے ہاتھوں کھیلنے لگتا ہے۔ مرہٹوں نے پورے ہندوستان کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ ہر نیا سورج مسلمانوں کے لیے ایک نیا المیہ جنم دے رہا تھا۔ ایک ایسی خوف کی فضا طاری تھی، جہاں صرف کرب ہی جنم لیتی تھی۔ معظم علی انہی دنوں دہلی اور حیدر آباد دکن کی جانب روانہ ہوتا ہے۔

پانی پت کی تیسری لڑائی، ہندوستان کی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ نسیم حجازی نے تاریخی واقعات اور تاریخی شخصیات کو ساتھ ساتھ پیش کیا۔ اِس ناول میں احمد شاہ ابدالی کی فکر اور اُس کی جدوجہد کو بھرپور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

"مرہٹہ تاریخ میں پانی پت کی شکست ناقابل فراموش مجھے۔۔۔۔۔۔
تمام نامی گرامی اور بڑے سردار مارے جاچکے تھے۔۔۔۔۔۔
مرہٹوں کی فوج میں سے صرف ایک جو تھائی سپاہی ایسے تھے جنہیں دوبارہ اپنا وطن دیکھنا نصیب ہوا۔ اس فتح کی قیمت احمد شاہ ابدالی کو بھی بڑی بھاری پڑی۔ لیکن وہ مقصد جس کے لیے اُس نے یہ جنگ لڑی تھی، وہ مکمل ہو چکا تھا۔ شمالی ہندوستان میں پاؤں پھیلانے کے متعلق مرہٹوں کے جرائم ہمیشہ کے لیے خاک میں مل چکے تھے۔[(2)]

معظم علی کو پانی پت کی لڑائی کے بعد یہ اُمید پیدا ہو چکی تھی کہ، ہندوستان کے مسلمان اب نہ صرف اِس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ اپنے اختلافات کو بھی ختم کر دیں گے۔ یوں زوال پذیر قوم کو اُٹھنے کا سہارا مل جائے گا، لیکن معظم علی کو شدید مایوسی ہوئی۔ حالات و واقعات نے اُسے ریاست میسور کی جانب روانہ کر دیا۔ نسیم حجازی نے اِس پورے ناول میں احساسات و جذبات بیان کیے ہیں، اور پڑھنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب واقعات اُس کے سامنے چل رہے ہیں۔ ویسے نسیم حجازی کو حیدر علی کی زندگی کے مزید واقعات اُجاگر کرنے چاہئے تھے۔ بہر حال اُسلوبِ بیان میں نسیم حجازی نے یہ احساس پیدا ہی نہیں ہونے دیا کہ واقعات اور حالات شخصیات کی نسبت سے کس طرح اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔

حیدر علی کی موت نے اور ٹیپو سلطان کی مختلف جگہوں پر معروفیات نے معظم علی کو یہ سمجھا دیا کہ اُس کی زندگی کا اصل حاصل کیا ہے وطن پرستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ بیٹے کی شہادت، محبت اور محاذ پر لڑائیوں نے کرب و اضطراب کو پیدا کیا۔ نسیم حجازی نے ایک جانب جرأت و ہمت کو اُجاگر کیا وہیں، فرانسیسی فوجیوں کے جذبے کو بھی سراہا، اور اِس عنصر کو سامنے لے کر آئے کہ ٹیپو سلطان کی فوج میں شامل فرانسیسیوں نے جو قربانیاں دیں جو کہ اکثر دوسرے ناول نگار نظر انداز کر جاتے ہیں، اُسے بھی نمایاں کیا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ آزادی کی لو کو زندہ رکھنے کے لیے غیروں نے تو اپنا خون بھی دیا، لیکن اُس لو کو اپنوں نے بجھانے کی پوری کوشش کی۔

"غازی خان اور فوج کے دوسرے افسر دم بخود فرانسیسی جانبازوں کی جانب دیکھ رہے تھے۔ بارودی گولے کے بوجھ کے باعث فرانیسی سپاہی اپنی دوڑ کا آخری مرحلہ بڑی مشکل سے طے کر رہا تھا اور دوسرا جس کے ہاتھ میں مشعل تھی۔۔۔۔ فصیل سے آٹھ دس قدم دور یہ دونوں یکے بعد دیگرے زخمی ہو کر گر پڑے"[(3)]

نسیم حجازی نے ناول "معظم علی" میں واقعات کے اُتار چڑھاؤ کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں رکھا، اور جس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ناول لکھا، اُس نے غیر محسوس طریقے سے یہ بارآور کرایا کہ زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ آرزوؤں، امیدوں اور ولولوں کی ترجمانی ایک نعمت ہے، آزادی کسی بھی قوم کا وقار ہے۔ یہ داستان مسلم قوم سے سرزد ہونے والے اُن گناہوں کی کہانی ہے، جو انہیں پستیوں میں دھکیل گئیں۔ قربانیوں کا تذکرہ ہے نسیم حجازی کو یہ فن آتا تھا کہ وہ تخیلاتی کرداروں کی مدد سے جو ناول کے لیے بعض اوقات ضروری ہوتے ہیں، اہم کرداروں کو اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ لکھتے ہیں

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"تاریخی ناولوں میں سب سے مشکل کام تاریخی کرداروں کی پیش کشی ہے۔ نسیم حجازی کے یہاں یہ تاریخی کردار بھی اپنی پوری تاریخی عظمت یا ذلت سمیت ہمارے سامنے آتے ہیں، مثلاً معظم علی میں نواب سراج الدولہ کا کردار پوری عظمت سمیت ہمارے سامنے آتا ہے؟[(4)]

اِس ناول کا دوسرا اہم کردار فرحت کا ہے، ایک ایسا کِردار مکمل طور پر مشرقی وحیا کا پیکر ہے، ایک ایسی عورت جو ایک جانب جمالیاتی اور نسائیت سے مکمل ہے تو دوسری جانب وہ حالات کا مقابلہ بھی کرتی ہے، دو بیٹوں کی شہادت پر صبر واستقلال کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہے۔ شفقت، انسانیت اور رومانیت کی ایک ایسی تصویر جو اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ رسم ورواج اور سماجی بندش چاہیے جو بھی رُخ اختیار کرے عورت کی عظمت اطاعت گزاری اور شوہر کی فرمانبر داری میں اور بچوں کی اچھی پرورش میں چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ ناول "معظم علی" میں نسیم حجازی نے کچھ ایسے خاص تاریخی کِردار بھی پیش کیے ہیں، جو اپنے عمل کی بدولت تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔ احمد شاہ ابدالی، سراج الدولہ، ٹیپو سلطان، علی وردی خان جیسے وہ کِردار جو نفسیاتی اور حقیقی پہلوؤں سے نامور رہے۔ نسیم حجازی نے حالات وواقعات کی مناسبت سے جو تاریخی کِردار پیش کیئے، آپ نے انہیں مکمل طور پر ماحول کے مطابق ڈھالا۔ کردار سے وابستگی ایک ایسا منظر پیش کرتی ہے، جو قاری کو وقت کے دھارے میں لے آتا ہے۔ نسیم حجازی اِس بات کو سمجھتے تھے کہ مناظر میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں، وہ ایک ایک لفظ سے مُنسلک ہوتی ہیں۔ ماحول کی عکاسی، فِطرت پر قائم رہتی ہیں، باطنی کیفیات کی عکاسی، معاشرتی رویوں کو ظاہر کرتی ہے۔ جذبات واحساسات بھی شامل حال رہتے ہیں۔

ایک منظم معاشرہ جب زوال کا شکار ہونے لگ جائے، اور جنگ وجدل اُسے زیروزبر کرنے لگ جائیں تو ایک انسان کے کیا محسوسات ہوتے ہیں نسیم حجازی نے اِسے بھی سامنے رکھا۔

"کوئی آدھ گھنٹہ بعد اکبر خان کے مکان کے سامنے آم کے ایک درخت. کی مضبوط شاخوں کے ساتھ دس آدمیوں کی لاشیں لٹک رہی تھیں اور وہ دروازے کے سامنے کھڑا اس آگ کے انگاروں کو دیکھ رہا تھا جو اس کی زندگی کی بیشتر راستوں اور مسرتوں کو بھسم کر چکے تھے۔[(5)]

نسیم حجازی نے اِس ناول کا اختتام اُن احساسات وجذبات کے ساتھ کیا ہے، جہاں پر زبان تو خاموش ہو جاتی ہے، لیکن محبت بولتی ہے۔

"جب فرحت پڑھنے میں منہمک تھی تو انور اور مُراد کمرے میں داخل ہوئے اور اس کے سامنے کھڑے ہو گئے لیکن اسے اپنے گردوپیش کا احساس نہ تھا۔ کبھی کبھی خط کے الفاظ اور اس کی آنکھوں کے درمیان آنسوؤں کے پردے حائل ہو جاتے۔ وہ آنسو پونچھتی اور دوبارہ خط پڑھنے میں مصروف ہو جاتی"[(6)]

نسیم حجازی نے ناول "معظم علی" میں اُس فکری سوچ کو پیش کیا جو اُس وقت ہندوستان میں پرورش پا رہی تھی۔ صبر وبرداشت کی ایک ایسی مثال جو بہادری، ذہانت اور فکر و عمل کی جدوجہد کو بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات:

1. نسیم حجازی، معظم علی، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۴۔
2. نسیم حجازی معظم علی، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۱۸-۱۷
3. نسیم حجازی، معظم علی، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص 81-80
4. اردو میں تاریخی ناول، رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر، س ن، ص ۷۵۳
5. نسیم حجازی، معظم علی جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص 299
6. نسیم حجازی، معظم علی، جہانگیر بکس، کراچی، س ن، ص ۲۳۱، ۲۳۲